مجھے عشق دلربا سے کام تھا کہ تو نے ازل کا جو غضب ایک شیر کے واسطے تو نے عاشقان کو جلا دیا

تیری ماسوا جنیان جنسین کے ہیں جو دل پسند سبب انہیں کھائی دیکھی تجھے کبھی کہ عشق کسی نے سمجھا دیا

تو نے اپنا جلوہ دکھا کے جو نقاب تب سے اٹھا دیا وہ ہیں محو حیرت بیخودی مجھے آئینہ سا بنا دیا

وہ جو نقش پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی سو کشش سے دامن یار کی آ کے بھی جن میں مٹا دیا

کیا ہی جی میں اب عدم حق تھا الست کا جو دیا سو جگا کے شور ظہور نے مجھے اس بلا میں پھنسا دیا

ترا جیب لگا رقیب سے جو لگی ہے یہ خاک تو زرا ایک جھونکے میں ابھی آ کے وہ اڑا دیا

رگ جاں میں آئی ہے بھر کے تجھی کو جو شعلہ سا بھی تن مجھے ساقیا نے آتشیں کا یہ جام کیسا پلا دیا

یہ جمال شعلہ حسن کا تر بیچ کے سر فلک ہوا مری کاہ ہستی نے مشتعل ہو کے تو دیا

کبھی جا کے مکتب عشق میں سبق مقام فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سو وہ صاف دل سے بھلا دیا

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا انسان و تابکاری سب ہے ظہور تیرا

ہر آنکھ تک رہی ہے تیرے ہی مکھ کو پیارے ہر کان میں ہوں پایا مسموع شور تیرا

جب جبین پہ سجائی جو کچھ کہ ہو سو تو ہے پھر ویسے دور کب ہے قرب حضور تیرا

بنتا نہیں ہے واعظ جو دید حق مجھے تجھ تجھ کو رہے مبارک حور و قصور تیرا

وحدت کے بیچ ہے جو نقش دوئی کثرت گر سر معرفت کو پاوے شعور تیرا

گر جو ہے بے نیازی سر زد نیاز سے تیلے میں خاک کے ہو جاوے غرور تیرا

اسے دل کہیں نہ سمجھ تو نظارہ دیکھنا اسی نے ہی بیچ یار کا دیدار دیکھنا

خوبان اس جہان کا تماشا جو تو کرے آئینہ دار طلعت دلدار دیکھنا

نیرنگیوں سے یار کی حیران تو مت ہو ہر رنگ میں اسی کو نمودار دیکھنا

ابھی ہاں تھا عشق میں کیسا کھیل کھیل
بازی نخچیر ہو نہ مرے یارو دیکھنا

کہ نیت سے جہاں طلب کرے شیخ و ملا
انکار زاہدان نہ کبھو نیت زاہد دیکھنا

ہر گز وہ واعظ کبھو ایسی بھلی راہ سے نیاز
سب راہ حق نہیں اسکو خودداری دیکھنا

اشک کو تو مجھ پر آپڑا است تسلیم علیہ تو عجب لوٹ
یا جو ماہ سے لالہ ان بھی تو ان کے کرتا ہو

دیکھ کر شرم نگہیان تیری است تیر ان بیل
ہفت زر خانہ ہی کی جنبش گئے سب چھوٹ چھوٹ

چل چل ہو کارخانہ ہستی سو موجود کا
چل نیا یار ابھی بلا ہی خود بیچے چھوٹ

اتھ کو دنیا وہ میں کے حباب سے ناسیج
مشت خاک حق زمین کو یا تو نے کوٹ کوٹ

بیتی دیوار ہستی ہو شکست ہر نقش
گر نیا ار جی ہی چاہے بنا کر ٹوٹ ٹوٹ

کیا کروں راز درد کو آگے جھپکیا نہیں
ضبط کر کر تھا چھپایا ابتک تو گھونٹ گھونٹ

سب ازل ان جو ظلمت میں تھا شاخ سے کیکر چھوٹ
ایک قطرے میں بحکم قلزم بیان سب چھوٹ چھوٹ

خاک کے پتلے تو دیکھ کیا ہی چھپا ہو نور
جن و ملک سے اوپر کر رہا ہو اپنا زور

عشق کے میدان ہیں آصف انسان کا
عاشق مولا ہوا چاند کا جیسے چکور

سینے میں قلزم کو دیکھ قطرہ کا قطرہ رہا
بل بے سمائی تری اوس سے سمندر کے چور

جب بڑھا جاو گئے تخت خلافت ابھی
عالم عالم شک کے اوڑ گئے ہاتھوں کے مور

دل میں ہیں حباب کے نیاز کہتے ہیں سو طرز ناز
سو سمجھے جو بھید اللہ جسکی ہو چشم کور

سینے میں تو تیری تقدیر یار ہو کوثر یعنی
زاہد ٹوٹ گئے پر بند سینہ تیری ہی جوش

ہمیں کو کہتے ہیں جن حرم کو جانتے شیخ
یہ وہ خدا کی تیری ان کہتے کیسے ورق چھوٹ

سواے ہستی حق کے جو کچھ نظر آوے || نہیں جانو کہ وہ خیال کی ہے کھوٹ
ازل سے لیکے ابد تک وہی ہے جو ہے سو ہے || ہر رنگ پھر یہاں ہیں نہ توڑ نہ جوڑ

جس یار کی ہو یاد میں گھر بار فراموش || ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش
جو مست ہیں تجھ درس کے ایسا نہیں ہشیار || ہوں کیونکہ نہ وہ میخانۂ خمار فراموش
گر بادۂ توحید پیئیں اہل مشارب || ہو جاوے دوئی ملت کی بھی تکرار فراموش
پردے کو شک ایک محبت سے اگر یار اٹھاوے || ہو جائیں زخود مردم ہشیار فراموش
یہ چہرۂ زیبا جو برہمن کبھی دیکھے || ہو جاوے اوسے بت کی پرستار فراموش
جب دل میں کھنچے نیاز کے تجھ حسن کا نقشہ || ہو کیوں نہ اوسے صورت اغیار فراموش

تجھ کو شک کرتا ہے گریبان اشک || طرفہ رکھتا ہے اثر ریان اشک
آہ آتش بار کے شعلوں کو دیکھ || آب بل بل ہو گئی ہے جان اشک
ہیں جدا ہر خانہ یا آنکھیں نیاز || جس سے نکلیں ہیں یہ غلطان اشک
کیا بلا ہے اندنوں طوفان اشک || رات دن ہے بارش باران اشک
یا الٰہی زورق گردون سنبھال || بیطرح آمد ہے یہ طوفان اشک
ٹپک چلے تجھے ہوتا ہے بار بھی || گر نہ ہوتا اس گھڑی احسان اشک
جنکو آنکھوں نہیں دیدار کہتے تھے ہم || رل گئے کیا نہیں وہ غلطان اشک
تھیں یہ آنکھیں منتظر ایوان تک || ہو گئیں اب مجری عمان اشک

کچھ نہیں ہوتا ہے رونے سے نیاز
لغو ہے گر ہو کوئی نازان اشک

آئے ہو جبکہ نشۂ توحید کی ترنگ || دکھلائے ہے تجلی طور ہر ایک سنگ

سینے میں جو ہے آہ دھواں سا تجھے یہ کچھ
لکھا ہے دل میں جب نگہ گرم کا خدنگ

گرداب دل میں زورق گردون ہے غرق تنگ
وسعت نہ ہووے اوسکی فضا کا یہ ذرہ تنگ

کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ
مرگ و حیات اپنی ہے دونون میں ایک رنگ

کیا طرفہ اجتماع نقیضین ہے جس کے بیچ
آنکھون سے دو لڑانے میں کرتا ہے صلح و جنگ

بیٹھا ہوا ہے تو عشق کے دریا میں اے نیاز
دیکھا نہیں ہے تو نے کسی بلا کا مگر نہنگ

دکھلا رہا ہے شاہد نیرنگ اپنے رنگ
دیکھ اوسکی جلوہ گریونکو ہین عقل و ہوش دنگ

رہتا ہمیشہ دیر میں تیرے خراب مست
مستی کے نام سے جنہیں آتا تھا عار و ننگ

فرش زمین ہے خاک نشینونکا بسترا
بنیاد سارے عشق کا تکیہ ہے خشت و سنگ

خون جگر رواں ہے یہ میرا سے چشم سے
کہتے ہو تم نیاز جسے اشک سرخ رنگ

وحشت بہاتی ہے ہوا اپنی بیابان نازان
سلنے یہ آبجو ہے جو خار مغیلان نازان

ایک ذرا ہوتی ہے کم وحشت دل جسکو سے
ہو سبز اوسکے نور سے جو جیب گریبان نازان

وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما
ایک ہی سو نظر آیا آنکھون میں

جسکو نقاش ہے غلط سب آنا
سب یہ نقش و نگار آنکھون میں

جسکو سمجھے تھے قطرہ ہے وہ نیاز
قلزم ایک نہ آیا آنکھون میں

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہون
صورت حیرت ہون یا شکل جنون

عشق ہے سرمایۂ دیوانگی
سحر کیا ہے یا ہے اوسکو یا افسون

آہ و نالے نے مجھے رسوا کیا
ورنہ پنہان تھا مرا راز درون

گریہ سے لخت دل آنکھونکی راہ
رنگ اشک ایسا نہ ہوتا رشک خون

حسن جانان جلوہ گر ہے تجھ میں ہی
دیدہ میں اپنے نہیں کوئی زبون

کون پاسکتا ہے مجھ گم گشتہ کو
ورین مجھ خود شب ہے آنکہ پا و نیاسے روشن

جب نہ پایا ہو اپنے آپ کو
ہر شب نیاز اپنے قدم پہ جبیں گھسون

اگر کعبہ میں سیر بتان دیکھتا ہوں
وہاں جلوۂ حق عیان دیکھتا ہوں

سبب جسکا حق پرستی ہوں کرتا
مگر خود پرستی نہان دیکھتا ہوں

جو رب العلیم ہے صنم بھی وہی ہے
حرم دیر میں ایکسان دیکھتا ہوں

او سے برہمن اور اوسے شیخ ناسمجھے
یہ آپس کا جھگڑا میان دیکھتا ہوں

ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا
سو وحدت کا دریا روان دیکھتا ہوں

نیاز اب کہوں کس سے راز حقیقت
یہ عالم سراپا گمان دیکھتا ہوں

لکھا اک غزل اور بھی ایسی کہ جسے
سبھی میں فصیح البیان دیکھتا ہوں

جدھر دیکھتا ہوں جہان دیکھتا ہوں
خدا ہی کا جلوہ عیان دیکھتا ہوں

نہ تن دیکھتا ہوں نہ جان دیکھتا ہوں
تجھی کو نہان اور عیان دیکھتا ہوں

اگر کوئی جانے جہان غیر حق ہے
سو میں اسکو دھوکا گمان دیکھتا ہوں

یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے
کہ اک بحر ہستی روان دیکھتا ہوں

کہاں غیر ہے اور کسے غیر بولوں
سوے اللہ کدھر اور کہاں دیکھتا ہوں

ہے ذات بے رنگ دیکھو کہ میں ہی
ہر اک رنگ جلوہ کنان دیکھتا ہوں

نیاز اب ہوا ناتوانی سے تو بھی
ولی عشق تیرا جوان دیکھتا ہوں

ملک خدا میں یار رہ آباد میں تو ہم ہیں
تعمیر دو جہان کی بنیاد میں ہم ہیں

دیکھا پلک سے پرکھ کر آخر ہر نظر تماشا
اپنا ہی دیکھتے ہیں ہم جلوہ بہت یارو
پھیلا کے دام الفت گھیرے گھرا تے ہیں
ٹھہرا ہے عشقبازی وزرات کھیل اپنا
شادی و غم یہ دونوں اپنی ہی حالتیں ہیں
کاریگری کی اپنی یہ سب مصوری ہے
ہستی کے کاغذوں پر اپنے ہی دستخط ہیں
جو کچھ کہ یہ گرفتہ ہو سو ہے تصور اپنی
روئے زمین کے اوپر مانند گردبادی

گر نقد ہیں تو ہم ہیں نقاد ہیں تو ہم ہیں
گر داد ہیں تو ہم ہیں فریاد ہیں تو ہم ہیں
گر صید ہیں تو ہم ہیں صیاد ہیں تو ہم ہیں
گر قیس ہیں تو ہم ہیں فرہاد ہیں تو ہم ہیں
رنگین ہیں تو ہم ہیں اور شاد ہیں تو ہم ہیں
تصویر ہیں تو ہم ہیں بہزاد ہیں تو ہم ہیں
گر فرد ہیں تو ہم ہیں اور صاد ہیں تو ہم ہیں
فولاد ہیں تو ہم ہیں حداد ہیں تو ہم ہیں
گر خاک ہیں تو ہم ہیں اور باد ہیں تو ہم ہیں

تعلیم اور تعلم سب ہو نیاز ہم سے
شاگرد ہیں تو ہم ہیں استاد ہیں تو ہم ہیں

یہ تیری جلوہ گریاں آنکھوں میں چھا رہی ہیں
اور ادھر تو زلفیں کھینچیں ہیں اپنی ہی طرف کو
اب جا رکے بھی ہیں ناز و ادائیں تیری
کیونکر نیاز مانے اوروں کی خوش کلامی
کافر عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں
عشق کو پوجتا ہوں قبلہ و کعبہ اپنا
ڈھونڈھتا ہے تو کدھر یار کو میرے ایاہ
بوالہوس عشق کو تو خانہ خالا است بچھ

پیاری ادائیں تیری دل میں سما رہی ہیں
اور ادھر اشاروں سے آنکھیں بلا رہی ہیں
وہ قتل کر رہی ہیں اور وہ جلا رہی ہیں
اسکو پیاری باتیں ہنسکی بجا رہی ہیں
بت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں
ایک پل دلکو مرے اُسکے بن آرام نہیں
منزل عشق و وصال بہت لب بام نہیں
اوسکا آغاز تو آسان ہے پہ انجام نہیں

پھانسنے کو دل عشاق کی الفت بس ہے
کچھ بچھانے کو یہ تسخیر کو از دام نہیں

دل کے لینے ہی تلک مہر کی تھی یہ نگاہ
پھر جو دیکھا تو بجز غصہ و دشنام نہیں

رات دن کیسے ترے ہجر کے کٹتا ہے نیاز
یہ دل آزاری مری جان بھلا کام نہیں

عاشق زار ہوں نہیں جان اب آرام نہیں
ننگ و ناموس سے کچھ اپنے تئیں کام نہیں

بس جو پائی ہے عشاق کو خطرہ کیا ہے
اثر عشق ہے یہ گردش ایام نہیں

نشۂ چشم سے ہوں ساقی توحید کے مست
احتیاج اپنے تئیں ظرف سبو و جام نہیں

بوالہوس پاؤں نہ رکھیو کبھی اس راہ کے بیچ
کوچۂ عشق ہے یہ رہگذر عام نہیں

بے نہایت ہے کہ پایا نہیں جس کا پایان
جس جگہ ہو پہنچے آغاز ہے انجام نہیں

عالم عشق کی دنیا ہی نرالی دیکھی
سحر و شام وہاں یہ سحر و شام نہیں

تم ہمارا حال مرا دیکھ کے حیران کیوں ہے
مشرب کفر تو یہ ملت اسلام نہیں

ساقی مست کے دیدار کا سرشار ہوں میں
اس لیے دل کو تمنائے مے و جام نہیں

عار کیا ہے تجھے لوگوں کی تہمت سے نیاز
عاشقوں میں تو کیا ہی تو بدنام نہیں

نیستی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں
بیخودی مستی ہے یارو اور مستی کچھ نہیں

لامکاں کی منزلت پایا ہے کب ان جسم و مکان
ہو کے ویرانے کے آگے بستی کی ہستی کچھ نہیں

کچھ نہیں سب کچھ ہے یا یہ اور سب کچھ کچھ نہیں
غیر اس کے معنی رفعت و پستی کچھ نہیں

یہ جو کچھ ہوتا ہے جسے کہتے ہیں ہستی زبان
عشق میں تہی دستی ہی ہے اور ہستی کچھ نہیں

بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

مدرسے میں عاشقوں کے جبکہ بسم اللہ ہو
یہ سبق طولانی ایسا ہو کہ آخر ہو نہ ہو
دوسرا جو ہے سبق علم الفنا کا رفتہ رفت
دوڑ آگے تب چلے جب چھوڑ کر پیچھے مدد
تیسرا اسکا سبق ہو پھر کے انا اسطرت
ڈھائی اکھر پریم کے مشکل پڑھیکا ربط ضبط
حضرت عشق آپکے ہو ویں گر مدرس چند روز
اے نیاز اسے تو جو کچھ ہو تجھیں نقش بط

اور اسکا پہلا ہی ہو سبق یعنی فنا فی اللہ ہو
بے نہایت کو نہایت کیسے پایا نگاہ ہو
بیٹھ اس اپنے فنا سے کچھ نہ وہ آگاہ ہو
اس دریچے کو مری سو پہنچے جو بھی آگاہ ہو
اب بقا باللہ حاصل اسکو خاطر خواہ ہو
حافظ و ملا بیان پر کیسے دلیل راہ ہو
پھر تو علم فقر کی تحصیل خاطر خواہ ہو
حضرت عشق آپ ہو اور آپ ہی ما اللہ ہو

اک توجہ آپکی ہو وافی و کافی ہو یہیں
کیسا ہی قصہ ہو طولانی تو وہ کوتاہ ہو

وہ یار جو میرا ہے سو اور دیکھنے یارو
رہا اب دل شاد جنون لائے جو تشریف
ہم آگ میں جلنے سے بہت راضی ہیں ناحق
ہم جسم محبت کے گنہگار ہیں یارو
مشکل ہے جو تب رہتے ہیں جی ہیت ہو نکل
گر راحت و آرام کیا جانے دوا اے دل
عشق میں تیرے کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
پوچھ نہ مجھ خراب سے یار و صلاح کار غم
مجھے مریض کو طبیب اٹھ تو اپنا مت لگا

دیکھا منہ کو گرے تھے خدا دیکھو تو یارو
اے عقل و خرد اب جلوہ یار کو سنوارو
لو اپنی بہشتوں کو تمہیں سرتی مارو
کیوں پیٹے ہیں کچے اپنے کو لوگو نہیں مارو
وہ یار مرا ملے تو گر روو بہ نکار رو
ثابت رہو تک عشق میں ہمت کو نہ ہارو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
اپنے تو اب ہے نہیں ہوش بچا جو ہو سو ہو
اسکو خدا پہ چھوڑ دے پھر خدا جو ہو سو ہو

عقل کے مدرسے سے اٹھ عشق کے میکدے میں آ
لاگ کی آگ لگتے ہی پنبہ نمط یہ جل گیا
دیدۂ عقل ہم میں ایک جیتے ہیں اور جیتے ہیں
ہجر کی جو مصیبتیں عرض کیں آپ کے روبرو
ہستی کی اس سراے میں رات کی رات بسیے

جام فنا و بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو
رخت وجود جان و تن کچھ نہ بچا جو ہو سو ہو
آنکھوں کے سامنے عیاں یار ہیں اب جو ہو سو ہو
ناز و ادا سے مسکرا کہنے لگا جو ہو سو ہو
صبح عدم ہوئی نمود پاؤں اٹھا جو ہو سو ہو

دنیا کے نیک و بد سے کام ہم کو نیاز کچھ نہیں
آپ سے جو گذر گیا پھر اوسے کیا جو ہو سو ہو

عشق ستاتا ہے کیوں آ مجھے ہر آن تو
صبر و قرار و شکیب تاب و توان عقل و دین
دیکھا نہیں ہے ہنوز چہرۂ دلدار کو
تو نے تو ہم بگاڑ دی میری سب حیثیت
پوچھے ہے ہر ایک سے کسکا ہے عاشق نیاز

میرے تو آرام کا لے گیا سامان تو
تونے تو لی اپنی راہ رہ گئی اک جان تو
کسکو تکے ہے بھلا دیدۂ حیران تو
مانوں تجھے میں اگر لے مجھے پہچان تو
تجھکو نہیں ہے خبر ایسا ہے انجان تو

افسانہ مرے درد کا اوس یار سے کہدو
میں عشق کی لذت میں جان بار کو شیخ و برہمن
چھوڑو مجھے جو ہو میرا آرام یہی ہے
بیکار و معطل ہی رہوں کار جہاں سے
سر سے قدم تک ہوں جلا شمع کی مانند
کافر ہوں جو میں اپنے تئیں جان لوں کچھ بھی
سوجھے نہیں ذرات ترے دھیان میں یار

فرقت کی مصیبت کو دل زار سے کہدو
جا عشق مرا سبحہ و زنار سے کہدو
بے نام و نشان رہنے دو بس نام یہی ہے
نصیب میں اپنی تو بڑا کام یہی ہے
شاید کہ میان عشق کا انجام یہی ہے
جو کچھ ہے سو تو ہے مرا اسلام یہی ہے
اپنی تو سحر بھی ہے اور شام یہی ہے

کہتے ہیں نیاز آپ کو اس شکل میں ہر چند
یہ سچ ہے کہ تو پاک ہے یاں نام میں کیا ہے

محرم جدائی کو ہم جانتے ہیں یا خدا جانے
بلا کشوں پہ جو گذرے ہے تری بلا جانے

بپا ہو جبکہ سر وکالت عشق سے آ کر
وہ جیتے جی میاں اپنے تئیں تو وا جانے

جب بید دل حضرت عشق آن پکارے
گو شہ ہوئی عقل اور ہوئے اوسان کنارے

بازی وہی لیجائیگا اس کھیل میں جو ہارے دل
جو سینہ پہ کھائے ہے سر جان کو وارے

گر حسن میں مہر جبیں تمہارے نہ جو ہوتے
و ذرات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تمہارے

وہ ہیاں اپنے کو نہ خاک نہ افلاک سے باندھے
عریاں اگر چاہے دل پاک سے باندھے

گر جلوہ گہ یار نہ ہو آئینہ دل
پھر اوسکا تصور کوئی کس تاک سے باندھے

مجھے بیخودی نے تو نے عجب چاشنی چکھائی
کبھی آرزو کی ہیں میں نہیں اب رہی رسائی

نہ حضور ہو نہ خطرہ نہ رجا ہے نہ دعا ہے
نہ خیال بندگی ہے نہ تمنای خدائی

نہ مقام گفتگو ہے نہ محل جستجو ہے
نہ وہاں حواس ہیں پہنچیں نہ خرد کو ہے رسائی

نہ مکین ہے نہ مکان ہے نہ زمین ہے نہ زمان ہے
دل بینوا نے میرے وہ ان چھاؤنی ہے چھائی

نہ وصال ہے نہ ہجران نہ سرور ہے نہ غم ہے
جسے کہیے خواب غفلت سو وہ نیند مجکو آئی

سن تو اے نیاز تجھے جہاں ان بن ہو یہ کیا تن
جو دوئی کے تھے تو اونم سو ہوائی آ کے پائی

میاں میں نیاز ہوں جب تو سخن نیاز بولوں
سنو گے زباں زر سے وہی جو کہیگا نائی

مست رہتے نہیں یہ شب تار کے
شرابی ہیں آہ محشر بار کے

مبارک رہے تجکو واعظ بہشت
اصیاں ہیں تو طالب ہیں دیدار کے

چھپاتا ہو تو سے چشم خونخوار سے کے
لیا زلف نے دام میں مار سے کے

خموشی کا عالم ہوا اپنا مقام
نہیں آشنا بحث و تکرار سے کے

جو آزاد ہیں کفر و اسلام سے
نہ قیدی ہیں سبحہ نہ زنار سے کے

یہ دل بے بہا جنس ہووے نیاز
بضاعت اس سے ہیں خریدار سے کے

جو ہیں آشنا ستر اسرار سے کے
وہ ہیں یار ہر یار و اغیار سے کے

اندھیرا و اجالا نہان او عیان
یہ جلوے ہیں سب جلوہ یار کے

بنا تو جو ہستی کی سے گنج وصل
بنے گنج ہو زیر دیوار سے کے

تماشہ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے
وہیں میں جو دیکھا نہ پایا مجھے

بسا میری آنکھوں میں تو اس قدر
کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے

کہاں تک کہوں لطف و احسان عشق
کہ جیوں جیوں گھٹا میں بڑھایا مجھے

یہاں تک دیا مجھ کو حسن عروج
کہ بندے سے مولا بنایا مجھے

میں قربان ہوں تیری نظروں کے یار
لگاتے ہی آنکھیں لگایا مجھے

کہاں میں کدھر بیخودی کا مقام
ولیکن یہاں تو ہی لایا مجھے

نیاز اب یہی ہے دعا و طلب
رکھ اپنا ہی بندہ خدایا مجھے

یہ جو ہے کون و مکان یار و یہ ہے سب لاشئے
جب کو کہتے ہو جہان یار و یہ ہے سب لاشئے

گرچہ ہے نام و نشان کا ہے یہ سب نام و نشان
ہے یہ نام اور نشان یار و یہ ہے سب لاشئے

نہ تصور میں حق آوے نہ بیان کر سکیے
جو تصور جو بیان یار و یہ ہے سب لاشئے

سو جدا ہے وہی جو کچھ کہ تصور میں ہو آ جائے
حق جسے کہیے وہاں یار و یہ ہے سب لاشئے

ماجرا اک کہین صاحب لولاک جہان
ہیں وہان وہم و گمان یارہ ہے سب آگے

نہ تو کچھ بولو نہ دیکھو نہ سنو مثل نیاز
دیدہ و گوش و زبان یارہ ہے سب آگے

کہتے ہین عشق جسکو ہمارا ہی نام ہے
شور و فغان کی اسکے میان دھوم دھام ہے

گر ہے بکسر دولت جہان کی تو کچھ عجب نہین
میں آگ کا بھبوکا ہوں اسیار یہ کام ہے

ہوش و خرد سے ہمکو سروکار کچھ نہین
ان دونون سے جدا ہمکو ہمارا سلام ہے

منزل ہماری پاتے ہین کب شیخ و برہمن
اسلام و کفر سے پرے اپنا مقام ہے

دیر و حرم مین اور کلیسا کنشت مین
پھرتا جو ہے سو نام کا وہ ہر کدام ہے

پر اک نیاز اپنے سے ممتاز ہے کہ وہ
شاہ نجف امیر عرب کا غلام ہے

بہار چند روزہ سے دل اپنا شاد کیون کیجے
ہواے حسن پر اسکی عبث بنیاد کیون کیجے

لگا کر دیدہ و دانستہ اپنے پاؤن پر تیشہ
بکوہ عشق اپنا قتل جیون فرہاد کیون کیجے

لب شیرین کی باتون پر جو کیجے تلخ کام اپنا
سے اپنے اوقات راحت کے تئین برباد کیون کیجے

نہ دیکھے خال و خط کے دام و دانے پر پھنسان دلکو
اگر دیکھے تو پھر نالہ و فریاد کیون کیجے

نہ ہو گر مرغ دل کے آب و دانے کی خبر لینی
تو اپنے دام مین اسکے تئین صیاد کیون کیجے

جو پاوین گون ہوا چمن مین آزادی کی ہو تنکے بلبل
تو اپنے تئین غلامی مین رسے آزاد کیون کیجے

نیاز اب چپ رہو کہتے کہو افسانہ تم کو
جہان سے اٹھ گئے جو وہ اب انکو یاد کیون کیجے

انتخاب دیوان ہندی خواجہ میر درد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گزر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب سے
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

بجھتا نہیں ہمارا دل کو کسی طرح یاں
جیسی ہمارا ہوا ہے انہیں تجسس ورد تیرا

اے درد منضبط ہو ہر سو کسال روٹکا
نقصان گر تو دیکھے تو ہے قصور تیرا

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ہوگیا مہمان سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوتخانہ تھا

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

نالہ فریاد آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہمنے سو سو طرح سے مر دیکھا

حرص کرو اتنی پر رہو بہ بازیان لب نہ دیا — اپنے اپنے طور سے یہ جو گدا تھا شیر تھا
تو کرے میرا ہی وہ کرتا تھا صبر ہی لیکن — میں جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا
دل زمانے کے ہاتھ سے سالم — کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا
یک بیک نام لے اوٹھا میرا — جی میں کیا اوسکے آگیا ہوگا

اندازہ وہی سمجھے مرے دل کی آہ کا — زخمی جو کوئی ہوا ہو کسیکی نگاہ کا
ہر چند فسق میں تو ہزاروں ہین لطف ہین — لیکن عجب مزا ہے فقط دل کی چاہ کا
لیکن ازل سے تا بہ ابد ایک آن ہے — گر دیکھیان حساب نہو سال و ماہ کا
رحمت قدم نہ رنجہ کرے گر تری ادھر — یارب ہے کون پھر تو ہمارے گناہ کا
شاہ و گدا سے اپنے تئین کام کچھ نہین — نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا
اے درد چھوڑتا ہی نہین مجکو جذب شوق — کچھ کہربا سے بس نہ چلے برگ کاہ کا
دل اسکی چشم مست کا سرشار ہوگیا — کسکی نظر لگی جو یہ بیمار ہوگیا
بیٹھا تھا خضر آکے مرے پاس ایکدم — گھبرا کے اپنی زیست سے بیزار ہوگیا

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا — بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا
تجھسے کچھ دیکھا نہ ہمنے جز جفا — پر وہ کیا کچھ ہے کہ جی کو بھا گیا
کھل نہیں سکتی ہین اب آنکھیں مری — جی میں یہ کسکا تصور آگیا

تجھی کو جو یان جلوہ فرما نہ دیکھا — برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت مصیبت ملامت بلائیں — ترے عشق میں ہمنے کیا کیا نہ دیکھا
حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم — کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا

شب و روز اے درد در پے ہوں اوسکے
کسو نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

آشنا تو نہیں یار میں کچھ بار ہوں تیرا
تو جسکی طرف ہووے طرفدار ہوں تیرا

تو چاہے نچاہے مجھے کچھ کام نہیں ہے
آزاد ہوں اس سے بھی گرفتار ہوں تیرا

ترے کہنے سے میں ازبسکہ باہر ہو نہیں سکتا
ارادہ صبر کا کرتا ہوں پر ہو نہیں سکتا

کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھوں کی
کرم جانے سے کچھ اولا تو گوہر ہو نہیں سکتا

کہاں کا ساقی اور مینا کدھر کا جام و پیمانا
مثال نرگسی بھر آپ ہوا اپنا آپ پیمانا

کسو سے کیا بیان کیجیے اس اپنے حال ابتر کو
دل درد کے ہاتھوں سے شیشے جیسے جانا نہ بچانا

تعجب دل پہ کی دیکھا تو سمجھ خلاق ہے
کوئی کعبہ سمجھا ہے کوئی سمجھے ہے بتخانا

حیرت ہے یہ کہ تجھسے ستمگر کے ہاتھ میں
آنکھوں نے دل کو کیونکے دیا دیکھ بھال کر

اے درد کیک آئینہ دل کو صاف تو
پھر ہر طرف نظارہ حسن و جمال کر

شادی کی اور غم کی ہے دنیا میں ایک شکل
گل کو شگفتہ دل کہو تم یا شکستہ دل

یارب درست گو نہ ہوئے تیرے عہد پہ
شیشے سے پر نہو کوئی جدا شکستہ دل

کی جسکی جون حباب ہوا نے دل جوئی
تجھ سا نہ پھر اوسے نہ کیا باشکستہ دل

بارے یہ داغ عشق ہوا شہریار دل
مدت سے بے چراغ پڑا تھا دیار دل

تیری کہیں گلی سے گیا تھا خیال میں
کرتا ہوں اب تلک میں پڑا انتظار دل

اوٹھتا ہے بعد مرگ بھی مانند گرد باد
اے درد خاک سے مری اب تک غبار دل

پھر آپ نے تجھے کھو سکے گئے ہم
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم

جوں آئینہ جسپہ یاں نظر کی
ساتھ اسکے دو چار ہو گئے ہم

ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر
اشکوں سے بہت منہ دہو گئے ہم

ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا
پھر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم

تکلیف نخوت سے سایہ دار رکھتے ہیں
یہی بساط میں ہم خاکسار رکھتے ہیں

بتوں سے کے جیسے اور ٹھانے ہزار ہا مجھے
جو اسپ بھی نہیں اختیار رکھتے ہیں

بھری ہے آگ کے جنھوں میں ہوا سے آزادی
حباب وار کلہ بھی اوتار رکھتے ہیں

نہ برق ہیں نہ شرر ہیں نہ شعلہ نہ سیماب
وہ کچھ ہیں پر کہ سدا اضطرار رکھتے ہیں

جنھوں کے دل میں جگہ کی نہ نقش حیرت نے
سدا نظر میں وہ لوح مزار رکھتے ہیں

ہر ایک سنگ میں ہے شوخئ بتاں پنہاں
خفا ہیں سب یہ دل بے شرار رکھتے ہیں

ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریبان دریدہ ہوں

آہ مشتاق ترے مفت موئے جاتے ہیں
اک نظر دیکھنے سے بھی ہو سکے تجھی پاتے ہیں

کہ سلامت ہوں جہاں میں تو یہ ہیں دل کے خطرات
بات وہ کس کی طرح میرے تئیں کھاتے ہیں

گر دیکھیے تو مظہر آثار رحمت ہوں
ور دیکھیے جوں عکس مجھے تو فنا ہوں

احوال درد عالم ہے مرے دل پہ جو ہوا
سمجھا نہیں تا حال ہے اپنے تئیں کیا ہوں

ہوں قافلہ سالار طریق تمنا درد
جوں نقش قدم خلق کو میں راہ نما ہوں

نہ ہم غافل ہی رہتے ہیں نہ کچھ آگاہ ہوتے ہیں
انھیں طرح تو نہیں ہم ہر دم فنا فی اللہ ہوتے ہیں

اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو
کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہیں

نہ دیکھا درد کچھ مت کہہ تسلی اور تنزل کا
کہ اپنے ذہن میں یاں جو گدا ہیں شاہ ہوتے ہیں

تو مجھ سے نہ رکھ غبار جی میں
آوے بھی اگر ہزار جی میں

بیزار ہے مجھ سے تو پھر کیا
اب تک ہے وہی پیار جی میں

یوں پاس بٹھا جسے تو چاہے
پر جب کہ نہ کچھ بھی بار جی میں

کیا فائدہ درد شور و شر سے
او رہے یہ جو جگ سو ہم ہیں

ہر چند تیری سمت سوا راہ ہی نہیں
تس پر بھی آہ یاں کوئی آگاہ ہی نہیں

وہ مرتبہ ہوا ہے نصیب کے ہیں
ہم جس کو ہو سمجھتے ہیں وہ اللہ ہی نہیں

ہم بھی فلک سے کرتے کسی چیز کی طلب
نعمت خدا سے پاسے و لیکن کچھ چاہ ہی نہیں

انسان کی ذات سے ہیں خدائی کے کھیل یاں
بازی کہاں بساط پہ گر شاہ ہی نہیں

سو رنگ سے ہے جلوہ نما گرچہ یاں خلق
اپنا ترے سوا کوئی دلخواہ ہی نہیں

گزرے کئی جو ہیں دہی بادی دہی زنل
ہے راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں

ای درد مثل آئینہ ڈھونڈو اسکو اپنے میں
بیرون در تو اپنی مت نگاہ ہی نہیں

ہستی ہے جب تلک ہم ہیں اسی اضطراب میں
جوں موج آ پھنسے ہیں عجب پیچ و تاب میں

ہے خانہ خدا جو نہ ہوئے بتوں کا گھر
رہتا ہو کون اس دل خانہ خراب میں

آئینہ عدم ہی میں ہستی ہے جلوہ گر
ہے موج زن تمام یہ دریا حباب میں

غافل جہاں کی دید کو غفلت نظر سمجھ
پھر دیکھنا نہیں ہے اس عالم کو خواب میں

ہر چند کو ہو ظل سے ساتھ ہی ہے اتصال
دریا سے قطرہ جدا ہو جو غرق آب میں

پیری نے ملک تن کو اجاڑا اگرچہ یاں
تھا شہر بند ریست اور ہی عہد شباب میں

بیت اور درد تجھ سے خریداری بتاں
ہو ایک دل ہزار میں سو کس حساب میں

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

سر تا قدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم
پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

نہ گل کو ہے ثبات نہ ہمکو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوس رنگ و بو کریں

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدان شہر
اے درد آ کے بیعت دست سبو کریں

کدھر پھرتی ہے اے بیکسی تو
ترے جنس کا یہاں خریدار میں ہوں

ادھر بات کہنا ادھر دیکھ لینا
سمجھتا ہوں سب ایک عیار میں ہوں

اگر مجھ سے شیخ کہو عیب کیا ہے
نہ بد وضع تو ہوں نہ بدکار میں ہوں

اوروں نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

ظالم جفا جو چاہے سو کر مجھ پہ تو ولے
پچھتاوے پھر تو آپ ہی ایسا نہ کر کہیں

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں

دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل
گر وار ہیں تو ہم ہیں دریا ہیں تو ہم ہیں

وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے و گر قدر
مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں

تیرا ہی حسن جگ میں ہر چند موج زن ہے
تس پر بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں

الفاظ خلق جو ہیں سب کلمات سے ہے
معنی کی طرح رابطہ گفتار ہیں تو ہم ہیں

اوروں سے تو کرائی یکلخت اٹھ گئی تھی
اے درد اپنے دل کے گر یار ہیں تو ہم ہیں

جمع میں افراد عالم ایک ہیں
گل کے سب اوراق برہم ایک ہیں

ہووے کب وحدت میں کثرت سے خلل
جسم و جاں گو دو ہیں پر ہم ایک ہیں

نوع انساں کی بزرگی سے تک ایک
حضرت جبریل محرم ایک ہیں

کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں
جان سے اپنی جو کوئی کہ گذر جاتے ہیں

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

آہ معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کدھر جاتے ہیں

مرتا نہیں ہوں کچھ میں آئیں سخت مشکلے ہاتھوں
بیٹھا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں

ہمت رفیق ہووے تو فقر سلطنت کیا
آتا ہے ہاتھ لیتے یاں تخت رکھ کے ہاتھوں

کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو

ہووے نہ حول و قوت اگر تیری درمیاں
جو تجھ سے ہو سکے ہے وہ ہم سے کبھو نہ ہو

جو کچھ کہ سمجھے ہے تو تمنا ملی مگر
یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو

نہیں ممکن کہ بے خلعت امکاں ہو
چھپا دے آہ کوئی کیونکہ ننگی ہے سیاہی کو

نہ لازم نیستی اوسکو نہ ہستی ہی ضروری ہے
بیاں کیا کیجیے اے درد ممکن کی تباہی کو

نہ مطلب ہے گدائی سے نہ یہ خواہش ہے شاہی کی
الٰہی ہووے ہی جو کچھ کہ مرضی الٰہی ہے

نگینے کے سوا کوئی بھی ایسا کام کرتا ہے
کہ ہو نام اور کا روشن اور اپنی رو سیاہی ہو

نہیں شکوہ مجھے کچھ بیوفائی کا تری ہرگز
گلہ تب ہو اگر تو نے کسو سے بھی نباہی ہو

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کی
خطرا جو ہے سو آئینۂ دل پہ زنگ ہے

حیرت زدہ نہیں ہے فقط تو ہی آئینہ
یاں تک بھی جسکی آنکھ کھلی ہے سو دنگ ہے

کب ہے دماغ عشق بتان فرنگ کا
مجھکو تو اپنی ہستی ہی قید فرنگ ہے

عالم سے اختیار کی ہر چند صلح کل
پر اپنے ساتھ مجھکو شب و روز جنگ ہے

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

مین وہ فتادہ ہون کہ بغیر از فنا مجھے
نقش قدم کی طرح نہ کوئی اوٹھا سکے

قاصد نہین یہ کام ترا اپنی راہ لے
اوسکا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئین بھلا دے اگر تو بھلا سکے

یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک فہم یان
دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے

گو بحث کرکے بات بٹھائی پہ کیا حصول
دل سے اوٹھا غلاف اگر تو اوٹھا سکے

اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے
یہ آگ وہ نہین جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق وہ بیخود ہے جسکو حشر
اے درد چاہے لائے بخود پر نہ لا سکے

ہے غلط گر گمان مین کچھ ہے
تجھ سوا بھی جہان مین کچھ ہے

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے
آن مین کچھ ہے آن مین کچھ ہے

بے خبر تیغ یار کہتی ہے
باقی اس نیم جان مین کچھ ہے

ان دنون کچھ عجب ہے میرا حال
دیکھتا کچھ ہون دھیان مین کچھ ہے

اور بھی چاہیے سو کہیے اگر
دل نامہربان مین کچھ ہے

درد تو جو کرے ہے جی کا زیان
فائدہ اس زیان مین کچھ ہے

جی کی جی ہی مین رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اوس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دید وا دید تو ہوئی درد سے میرے آگے
پر جو مین چاہتا تھا سو بات نہ ہونے پائی

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے

دل پر چاک ہو گل خندان
شادی و غم جہان مین توام ہے

دین و دنیا مین تو ہی ظاہر ہے
دونون عالم کا ایک عالم ہے

خیر پر شعر کو سمجھ کہ ہیں دو زمیں پر
ساقی کی زیست ہو تجھے سم ہے وہ

سلطنت پر نہیں ہے کچھ موقوف
جس کے ہاتھ آوے جام جم ہے وہ

نہ ملیں گے اگر کہیگا تو
تیری خاطر جہاں غنیمت دم ہے وہ

دل عاشق کی بیت راستی کو
در پہ بیٹھا ہے جو کہ محرم ہے وہ

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

خدا جانے کیا ہوگا انجام اس کا
میں بے صبر اتنا ہوں وہ تند خو ہے

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
اسی سے مری آرزو ہے اگر آرزو ہے

کیا سیر سب ہم نے گلزار دنیا
گل دوستی میں عجب رنگ و بو ہے

غنیمت ہے یہ دید وا دید یاراں
جہاں آنکھ مند گئی نہ میں ہوں نہ تو ہے

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پہ
جدھر دیکھتا ہوں وہی روبرو ہے

مجھ سے کیا معاملہ ابھی ہیں پہ تمام حشر
قید خودی نہ ہو اگر تجھ کو تو سب فراغ ہے

حال مرا نہ پوچھیے ہیں جو کہوں سو کیا کہوں
دل ہے سو ریش ریش ہے سینہ سو داغ داغ ہے

سنتے ہیں یوں کہ آہ تو ہم ہی میں چھپ کے ہے مگر
اپنی تلاش سے غرض مجھ کو ترا سراغ ہے

اپنے تئیں تو ہر گھڑی غم ہے والم ہے داغ ہے
یاد کرے ہیں کبھی کب یہ تجھے دماغ ہے

جی کی خوشی نہیں گر سبزہ و گل کے ہاتھ
دل ہو شگفتہ جس جگہ وہ ہی چمن ہو باغ ہے

یہ تحقیق ہو یا کہ افواہ ہے
کہ دل کے تئیں دل سے یاں راہ ہے

اگر بے حجابانہ درد بیت سے
غرض غیر تو اللہ ہی اللہ ہے

نہ یاں علم و دانش نہ فضل و ہنر
فقط ایک دل ہے کہ آگاہ ہے

چند احکام مفصل ہیں یہ ہنا
ایک ایمان ہو سب طرا اپنی
نہ بھی اک نوع کی حماقت ہو
نہ عبادت نہ کچھ ریاضت ہو

شخص و عکس اس آئنے میں جلوہ گر یا ہو گئے
دور سے دیکھا آپ کو ہم اور سے ہیں پیدا ہو گئے
آئے تھے اس محفل میں قصد کرکے دور سے
ہم تماشے کے لیے آ بھی تماشا ہو گئے

قسمت چند اپنے نوٹ بھر چلے
جس لیے آئے تھے سو ہم کر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا
ایک دم آئے ادھر اودھر چلے
دوستو دیکھا تماشا یاں کا بس
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے
شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے
ڈھونڈھتے ہیں آپ سے اسکو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے
ہم نہ جانے پائے باہر آپ سے
وہ ہی آڑے آ گیا جیدھر چلے
جوں شرر اے ہستی بے بود یاں
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے
ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے
درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

سب برا کہتے ہیں تو کہنے دو
بات لائے ہو تم بھلی ایسی
وہ ملیگا تو ہم بھی سنتے ہیں
آپ لگ چلے کیا چلی ایسی
وہ سکے گھر میں کہاں سے پہونچے
دل بتا دے کوئی گلی ایسی

تم جو کہتا محبت ہے کسی بات کے لیے
میں آگیا ہوں صرف ملاقات کے لیے

ہستی ہو سفر قدم وطن ہو
دل خلوت و چشم انجمن ہو

دیکھا تو یہ شورش میں تھا — ہنگامۂ وصل جان و تن ہے
مست حیا تر دتا دگی پہ اسکی — عالم تو خیاباں کا چمن ہے
سیماب کشتہ کسکا ہوا سمیات کیدھر — گرجی کو مار سکے اے درد کیمیا ہے

کعبے کو بھی سجدے دیکھو بھی نہ سینہ تنگ — دل میں کسو کے ورنہ مہینہ ہو تو نہ ہو جیے
دونوں جگہ میں معنی ہو جلوہ گر — غافل ایا کون ہو تجھ سوا کون ہے
غافل تو کدھر بھٹکے ہے کب دل کی خبر لے — شیشہ جو بغل میں ہے اور وہی میں تو پری ہے

رباعیات

تجھ کشش نے تیرے اثر کیا — تجھکو جو انتظار دیکھ لیا
تشنگی اور بھی بھڑک گئی — جوں جوں میں آنسوؤں کو ٹپکا
زلفوں میں کسو کے جو گرفتار نہ ہوتا — کچھ کام مجھے تجھ سے شب تار نہ ہوتا
مرنا بھی لکھا ہے مری قسمت میں پریشان — گر زندگی ہوتی تو یہ آزار نہ ہوتا

ناصح میں دین و دل کے تئیں اب تو کھو چکا — حاصل نصیحتوں سے جو ہونا تھا ہو چکا
زاہد کیا کرے ہے وضو کو کہ روز و شب — چاہئے کہ دل سے دھوئے کدورت سو دھو چکا

افراد

محبت نے ہمکو تمہیں چھوڑ دیا — سو یہ ہو کہ سب کا درست کھو دیا
ہ بہت سے تجھے بتا تو بھی کیا سبب — پھر نصیب مہربان ہوا تو غضب ہوا

بولتا نہیں میں کچھ تری نامہربانی کا — مجھے شکوہ ہے تو تیرا دل پہ بخت جانی ہے
رسوائیاں اوٹھائیں جور و عتاب کیا — عاشق تو مر مر کے جی گیا کیا عذاب تھا
ہر چند ناصر ہے وہ سیر آیا نہیں ہنوز — مقصود میرے دل کا برآیا نہیں ہنوز

رباعی

ته کیا تو نے ایکبار افسوس
حال پر میرے صد ہزار افسوس
جو کہ ہوتا تمہارا دل پہ ہو گزرا
ذکر آہ و درد بار بار افسوس

گرچہ ہم مردہ دل او جان جہاں جیتے ہیں
تجھ بن ایسا ہے جو سمجھے تو کہاں جیتے ہیں
زندگی جس سے عبارت ہو سو وہ لیت کہاں
یوں تو کہنے کے تئیں کہیے کہ ہاں جیتے ہیں
اب مر رہنے کی بھی وہ بات نہیں آتی نظر
جس توقع پہ کہ ہم اب تئیں یاں جیتے ہیں

ویسے تو سمجھانے کے سمجھتا بھی نہیں
سکیے سودا ہے تو سودا بھی نہیں
اوسکی باتیں مجھسے کیا پوچھو ہو تم
مدتیں گذریں کہ دیکھا بھی نہیں
دل کو تو ہم جو سمجھا معلوم ہے
کوئی یاں جز یار دیکھتا بھی نہیں
ہیں تو سب باتیں نصیحت کی یہیں
پر اثر ہوتا ہو دل کے تئیں کہیں
جیسے ہیں دیکھے نہ نیند آتی ہیں
خواب میں بھی دیکھئے اسکو نہیں
صورتیں کیا کیا ملیں ہیں خاک میں
ہو و نیست حسن کا زینہ ہیں

رباعیات

آگے ہی ہیں سے تو کے ہر شے نہیں نہیں
تجھسے ابھی تو ہنسے وہ باتیں کہیں نہیں
ہیں عشق بلند مرے عرش سے پرے
مت کہہ کہ بات وعدہ کی کرتی نشیں نہیں

روشنگا ہیں جو ہوا ہوتی ہیں
برچھیاں ہیں کہ پار ہوتی ہیں
بیوفائی پر او سکی دل بہت جلا
ایسی باتیں ہزار ہوتی ہیں

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں
دیکھ میرے ضعف کو کہنے لگا رو کر طبیب
کوئی دم کو ہو اسکی ناتوانی پھر کہاں

کہیں ہووے ہیں سوال و جواب آنکھوں میں	ہوئے ہیں سب بیان شب حجاب آنکھوں میں
کرے ہے مست نگاہ ہو نہیں ایک عالم کو	لیے پھرے ہے یہ ساقی شراب آنکھوں میں
ہر دم تجھ کی صورت رکھتا ہوں نظر میں	ہوتی ہے بہت بیتی اب تو خدا کے گھر میں
ایسا ہی غم نے تیرے پامال کر دیا ہے	کچھ دل رہا نہ دل میں نہ کچھ جگر جگر میں

فرد

افسوس اہل دید کو گلشن میں جا نہیں	نرگس کی کو کہ آنکھیں ہیں پر سوجھتا نہیں

رباعیات

ہو ورد زباں کسو سے نہ دل کو چھپائیے	اک چلیے سب سے یوں تو یہی بات کیجیے
میں دل کے ساتھ کب تئیں گردش کروں	اب اختیار ہاتھ سے جاتا رہا دیجیے
دست تیغ نہیں سے ہے جو کچھ چاہو سو پیدا کرو	یہ نہ آ جائے کہیں جی میں کہ آزاد کیجیے
مست نہیں جیش تمہارا بھی نہیں ہو سکے	دوستان درد کو مجلس سے نہ یاد کیجیے
کیا جانیے کیا دل پہ مصیبت یہ پڑی ہے	اک آگ سی کچھ ہو کے جو سینے میں لگی ہے
اس طرح سے اک تخت جتا نہ ہو نہیں سمجھے	معلوم ہوا وہ جو کہیں آنکھ لڑی ہے
آیا نہ کہیں جی کو نہ دل سے تپاک گئی	میں جب پھر ہوں کہاں میں جا بجا آ کے گیا
اب کون چال دل کے آمن مستانہ ہے	اک آہ تھی سو وہ بھی ہمرا بھی صد ہے
دل پر جو مصیبت ہو خود سے تو کیا کرے	اپنا جب اختیار خود سے تو کیا کرے
عاشق تو جانتا ہی نہیں اور کون ہے	اور سکو یہ اختیار خود سے تو کیا کرے

یہی پیغام درد کا کہنا	گر کوئی کو سے یار میں گزرے
کون سی رات آن ملیگا	دن بہت انتظار میں گزرے

گر جان ہے تو جان کے آزار ساتھ ہے
یان زندگی کے مرون دشوار ساتھ ہے
دنیا وہ فاحشہ ہے کسو سے نہیں بچی
دیکھا جسے تو اوسکے یہ مردار ساتھ ہے
گر معرفت کا چشم بصیرت مین نور ہے
تو جس طرف کو دیکھیے اوسکا ظہور ہے
آتش ہے دل مین اور یہی صورت نظر ہے
شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے

افراد

اگر عیان ہے تو تو ہو وگر عیان تو ہے
نظر جسکو دیکھ لیا مین جہان تہان تو ہے
دل کو سب قیدون سے ہو تب یہ آزادی ہے
مرچکے اب ہمین غم ہے نہ کچھ شادی ہے
مرا تو جی ہی دیا ہے یہ بہت جہان تو ہے
اگرچہ مین یہ نہین جانتا کہان تو ہے
نہ مرتے جیتے ہین نہ نیند آتی نہ وہ صبح سیری ہو
یہ جیتے جاگتے ہم پر قیامت شب گذرتی ہے

کھینچیے کیا آہ کہ جی سے جائیے
چھوٹیے اس دکھ سے جو مر جائیے
اس طرح جی مین پھانس کھٹکے ہے
سانس ہے یا کہ پھانس کھٹکے ہے

بحث عقل جیسے ہی آپ ہی ہے تو ہر وقت رہتی
اگر غم ہو وہ وحشت عشق مین ایسا ہی ہوتا ہے
نہیں درد پیدا مجھ سے ترے بن وتکو دیکھے
اگر آتا ہے بھی ہوتا ہے تو وہ جمع متاصل ہو

رباعیات متفرق

پیدا کرے ہر چند تقدس بندا
مشکل ہے کہ حرص سے ہو دل برکندا
جنت مین بھی اکل و شرب کب ہے چھوٹا
دوزخ کا بہشت مین بھی ہوگا دھندا

اس کا کون گیا کسو سے گنتا
اپنا اپنا ہر ایک کا ہے بستا
گذرے ہے ہوا سے طرح اے درد
رونا ہنسے ہے سے اسکے رہنا

آرام نہ دیکھو بیقراری کے سبب
سنے بات کو جو میں آہ و زاری کے سبب
واقف تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھو
پہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

یوں دیکھئے اپنے غم سے مجبور
کہتا ہے کہ ہو سکے تو کچھ ہو شعور
اتنا بھی نہ مر کوئی دنوں جیتا رہ
ملنا ہو تجھے پھر بھی جو تجھے منظور

اے درد اگرچہ ہم ہیں پر جوش و خروش
رہتے ہیں ولے اہل تامل خاموش
سو جان کو شراب کی وہ پی جاتے ہیں
گرداب کے مانند جو ہیں دریا نوش

اے درد بہت کیا ہے دیکھا سپنے
دیکھا تو عجب جہان کا دیکھا سپنے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا سپنے

غم کھاتے ہیں اور آنسو پیتے ہیں
دن رات مجھے عجب طرح بیتے ہیں
گذرے ہے جو کچھ کہ گذرے ہے کیا کہیے
یہ شگفتگی یہ کہ اب تلک جیتے ہیں

جب سے توحید کا سبق پڑھتا ہوں
ہر رنگ میں کتنے ہی ورق پڑھتا ہوں
اس مسئلہ کی انتہا سمجھا آگے
اے درد ابھی تو نام حق پڑھتا ہوں

اے درد سبھوں سے میں ملا کرتا ہوں
توحید میں چھپا چھپا کرتا ہوں
ملا کو بھی ان میں نہیں ہے انکار
سب کا بندا خدا خدا کرتا ہوں

کی بہت طریق زہد میں عمر تباہ
اب دیکھئے دل کو معرفت سے آگاہ
جوں کوچہ مسواک اسے ہیچ دیکھا
کوچہ ہے یہ سربستہ نہیں اس میں راہ

کب جس میں جو دنیا کی طلب بیٹھ سکے
جس دل میں ہوس بھری ہو کب بیٹھ سکے
تسکین شعور حق سے ہوتی ہے نصیب
اوٹھ جاوے نظر سے خلق تب بیٹھ سکے

مت پوچھ کہ میں نے عمر کیونکر کاٹی
جس طرح سے کٹ گئی یہ دن کر کاٹی

کس واسطے چاہیے یہ کیا اتنا
دو روز کی زندگی ہے جون کر کاٹی

تیرے حب کے لیے کب تئیں مرتے رہیے
کب تک یہ کفر دل میں بھرتے رہیے

اب درد جو کچھ کہ زندگی باقی ہے
اللہ کو بیٹھ یاد کرتے رہیے

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی
ای درد کہاں ہے زندگانی اپنی

کل اور کوئی بیان کریگا اسکو
کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

تیرے لیے درد کو کسی سے نہ بنی
بہتیروں نے چاہا یہ کبھی سے نہ بنی

یہ خانہ خراب رفتہ رفتہ آخر
ایسا بگڑا کہ اپنے جی سے نہ بنی

کچھ آپ ہی گرا سکے آگے کچھ چھپتا ہے
کہتا ہے کچھ آپ آپ ہی کچھ سنتا ہے

ای درد ہمیشہ یہ دل دیوانہ
کیا کیا کچھ ادھیڑتا ہے اور بنتا ہے

عاشق ہو سے جسکے اوسکے محبوب بنے
دلخواہ سب اوسکے ساتھ اسلوب بنے

تس پر بھی جو کچھ نہ سود کیجے تجھسے
بس درد خدا سے اب تجھیں خوب بنے

رباعی مستزاد

گر شوق ہے تمھیں حق سے کچھ پہچاننے کا۔ اور کام
ہے خیر اگر تم میں ہوا آرام تمھیں پہچانا ہے

کرتا ہوں سخن چھوٹا سا یہ ماننے کا۔ اک کام کرو
ورنہ تم ہی ہو تو فائدہ کیا جاننے کا۔ آرام کرو

مخمسات

باطن سے جنھوں کے تئیں خبر ہو
ظاہر پہ او تمھیں تو کب نظر ہو

تجھ میں بھی عشق کا اثر ہو
اس آگ سے سوختہ جگر ہو

ہر سنگ میں دیکھ تو شرر ہو

خاموش ہو ترک گفتگو کر
باطن کی صفا کی جستجو کر

حیرت میں وصال آرزو کر ... آئینۂ دل کو روبرو کر

دیدار نصیب ہر نظر ہے

ہستی نے کیا ہے گرم بازار ... لیکن ہے میان نگاہ درکار
سختی سے نہ رکھ قدم تو زنہار ... آہستہ گذر میان کہسار

ہر سنگ دکان شیشہ گر ہے

دیدار نما ہوس شاہد گل ... اور زلف کشا عروس سنبل
جب دل نے مرے کیا تامل ... تب پردۂ رنگ و بو گیا کھل

دیکھا تو بہار جلوہ گر ہے

نزدیک و بعید ہے برابر ... مت ہو دم یاس سست کافر
آئینہ وہم ہے سراسر ... مانند نگہ نکل تو باہر

تیرے تئیں تجھ تلک سفر ہے

ہر صحبت میں کبریا ہے محبوب ... ہر نقص میں ہے کمال مطلوب
کوئی نہیں ہے جدا نہیں مصحوب ... آتے ہیں مری نظر میں سب خوب

گر عیب ہے پردۂ ہنر ہے

اے درد رموز کبریائی ... کہتے تجھے ہیں زاہد ریائی
بے عجز نہیں ہے رونمائی ... ہے مجھکو جہان میں یکتائی

پرواز شکست بال و پر ہے

نے فکر صبح کی نہ غم شام تھا ہمیں ... نے شوق بادہ تھا نہ سر جام تھا ہمیں
جب تلک عدم میں تجھے کیا آرام تھا ہمیں ... اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں

اونقش ظہور یہ تیری ترنگ ہی

زیبان ہواے آب ہی لو نے صحبتان کی
لو وحشت سفر نہ ہوس ہی جنان کی

زاہد یہ باتین سب ہین ترے امتحان کی
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونون جہان کی

خطرا جو ہی سو آئینۂ دل پہ زنگ ہی

ترکیب بند

شاہنشہ ملک کفر و دین تو
ہی تخت نشین دلنشین تو

ہون لفظ بمعنی آشنا مین
ہی معنی لفظ آفرین تو

اونزیبہ روست عجیب ہی جا
انگشت نما ہی جون نگین تو

کافر ہون نہ بت ہی کافر عشق
ہی نازنیتان نازنین تو

دشمن ہی کہان کدھر کو ہی دوست
ہی گرمی بزم ہی رنگین تو

ویرانی وادی گمان تو
آبادی حسن نہ یقین تو

ہیہات جہان یہ کور چشمان
ڈھونڈھین ہین تجھے تو ہی وہین تو

کتا ہی یہ کون دیدہ بازی
گر روشنی نظر نہین تو

توہی تو ہی وا کی بیجابی
ہی پردۂ چشم شرمگین تو

معشوق ہی تو ہی تو ہی عاشق
عذرا ہی کدھر کہان ہی وامق

اک عمر گذر گئی ہی مجھ سے
معلوم کیا نہ مین نے کیا ہون

تنہا بھی نہ مل سکا نہ مجھ سے
شرمندۂ جذب کہربا ہون

بیگانہ جو مجھ سے وان ہی یہ تو
تقصیر یہ ہی کہ آشنا ہون

سو بوجھو نہ بوجھے کچھ وہ کافر — گر آؤ سے خدا بھی میں تو کیا ہوں

آنکھ نہ دیوے جسے بصیرت — دنیا ہو نپٹ ہی جائے عبرت

پوچھے کوئی جسکی بات مجھسے — کرتا ہو مجھے ترا ہی مذکور

اپنا میں ہو دیکھ کیا حلاوت — بے نوش نہیں ہو نیش زنبور

قائل نہیں اختیار کا میں — بندہ ہو مگر میں اپنی مجبور

تو عشق کے رنگ کی سیر کر ٹک — حاصل ہو کہیں کوئی ہو مہجور

پروانہ و شمع مل گئے یوں — ہیں بلبل و گل جدا جدا دون

اس زیست کا اعتبار کیا ہو — کوئی دم میں یہ زندگی ہوا ہو

گذرا ہو نظر سے ایک عالم — یہ چشم نہیں ہو نقش پا ہو

ڈھاتا تو ہو وے کئی تئیں ولیکن — تو جان یہ جنا نہ خدا ہو

ظاہر ہو جھی سے تو یہ عالم — تو جبکو بتا کہاں چھپا ہو

ہو دیدہ فنا ہی حاصل چشم — عقدہ یہ حباب پر کھلا ہو

دنیا سے امید پائداری — یہ وہم ترا کدھر گیا ہو

جوں آئینہ منہ کسی سے مت پھیر — تیرے دلمیں اگر صفا ہو

کچھ پائی خبر نہیں نے دل کی — کیسے وہ خیال میں گیا ہو

ہو میرے تئیں سراغ دل کا — پھرتا ہوں لیے یہ داغ دل کا

مت کہہ کہ فلک میں ہیں بڑے ڈھنگ — کس کا ہو سمجھ تو ٹک یہ نیرنگ

بر عکس سمجھ صفت کو اوسکی — آئینے کے دل میں ہو بھرا زنگ

کرتا ہو تو صلح غیر سے تو — سمجھے ہو مگر ارادہ جنگ

کرتا ہی یہ دل تو ژنا لے
ہر نو سے زیادہ تر خوش آہنگ

مین غنچہ دل گرفتہ دل
تو شگفتہ دلکشا نے شاخ تنگ

عاشق ہوا اور نظر ارکرنا
اک جا نہ کہین قرار کرنا

ہم بھی ہین امیدوار بوسہ کے
ادھر بھی جب گذار کرنا

مدت تئین عشق ذلیل ور تھا
دیکھا تو عبث کا دردسر تھا

پوچھا مین کہ دلکو کیون آجانا
کہنے لگا خوب اپنا گھر تھا

ای درد جہان کہین مین دیکھا
وہ یار مرا ہی جلوہ گر تھا

خاموشی ہی مست تنہا کسو کو
آتا ہی نظر خدا کسو کو

غزل آغا حجو شرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشقبازی کا مزہ تو ہے کامل ہوکر
چاہیے یار کو اپنے ہمہ تن دل ہوکر

ضبط کیا تو نے کیا ہجر متحمل ہوکر
واہ رے دل کہ تڑپتا نہیں بسمل ہوکر

دیکھ ہی لینگے ہمیں بھی نظر رحمت سے
اچھے آئے ہیں گنہگاروں میں شامل ہوکر

واجب الرحم ہوں رحمت سے نہیں بچ پاتے
حق تلف کرتے ہو مقدار کا عادل ہوکر

مل گئی مٹی میں اوٹھی تھی جو ہاں سے مٹی
خاک تھے خاک ہوئے خاک میں شامل ہوکر

ناتوان ہیں کوئی کیا گور سے باہر ہوگا
تنگ رکھتی ہے مسافر کو یہ منزل ہوکر

بخشے جائینگے گنہگار انکو خلعت ہونگے
حلے دلوائیگی رحمت تری نازل ہوکر

یار نے دولت دیدار کا انکار کیا
منہ دکھانے کے نہ قابل ہے سائل ہوکر

اسکے ہر زخم میں تصویر کا عالم دیکھا
لالہ و گل کا مرقع ہوئے گھائل ہوکر

خاک لیلی کی جو تھک جاتی ہے اوڑتے اوڑتے
تربت قیس تھما لیتی ہے محمل ہوکر

اے شرف بہتے ہیں آنسو جو تری آنکھوں سے
یار کے دل کو یہ لہرائینگے ساحل ہوکر

در شہوار سے بڑھکر وہ سمجھا میرے اشکونکو
خود اپنے ہاتھ سے میں پھوڑ ڈالوں اپنی آنکھوں کو

یہ ذرہ خورشید گھر میں جو نگاہ یار میں آئے
ذرا بھی جو تفاوت حسرت دیدار میں آئے

غزل ریحان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گورے صنم سے اشک کے ہم اصلا نہ کھائینگے — جنت کے سبز باغ کا دھوکا نہ کھائینگے

انجام کار آپ ہی حاضر وہ آئینگے — جی کھول کے ستا مین کہان تک ستائینگے

خود ہم کو ڈھونڈھ لیگا وہ جسکی ہمین تلاش — دیدۂ حسد سے گرد نہ چکر لگائینگے

خاطر کا بار جاتے ہین جیتے حیات مین — کب ہم یقین کرین وہ مر کر اٹھائینگے

کوئی طلب کریگا جو اعمال کا جواب — تقدیر کا ہم اپنی نوشتہ دکھائینگے

مطلع

مذہب عشق کا پابند ہر انسان کیا — شہر الفت مین نہ ہندو نہ مسلمان کیا

مثل گل حسن تھا جو صورت رنگین تو — ماہ نے روز تو آکر بھی نہ عریان کیا

غزل

عقل کا زور دیا عشق کو طاقت بخشی
خاک کے پتلے کو اللہ نے عزت بخشی

کیا وہم نے گئے میں نظارہ جانان کرتا
موت نے چشم زدن کی بھی نہ مہلت بخشی

دل نہ اسکا وسے کرتی ہو گدائی پاپوش
اوسکو دولت اوسے مولا نے قناعت بخشی

شعر پڑھ ورد نہ کس طرح کہوں اوسچیان
عاشقانہ مجھے خالق نے طبیعت بخشی

ایضاً

لطف شب وصال تبھی ہو جوان ملے
لب سے ملے لب اور زبان سے زبان ملے

بالا نہ ہو مزاج سے انسان کا پڑے
معشوق جس کسی کو سے مہربان ملے

کیا دل کی وصل عاشق جانباز کے حضور
دین جان بھی جو ہمکو کوئی قدردان ملے

کمسن حسین طبیعت حیا دار با وفا
معشوق اس قماش کا ایسا کہاں ملے

برباد ہے خاک نشینوں کو کر دیا
خوش ہوں جو تو بھی خاک میں آسمان ملے

دونو کا مقام مدینے میں بھی ہے حرم میں بھی
دونوں جگہ تلاش کرینگے جہان سے

ستا سبکے مجبور سچیان غرور تم
سودا سے عشق نہ سکے اگر نقد جان ملے

قطعہ

نوک مژگاں اچھے سینے سے جگر سے پار ہو
جا نکلتی سر سے اپنا سوز نکا ہو

عشقبازی کا جو مزہ سکو خدا داد آیا
قیس آیا نہ سکھانے کو نہ فرہاد آیا

مجھ پر تو تیرا ہی توکل ہے جہاں جائے
عشق پروانے کا جو عاشق ہو وہ پروانہ جلے

تو بہ سے نعت سے مجبور ہے مرا تقوا ان میں
چھالے بہت پڑینگے بھاگی زبان میں

تیرے وہ جو برق تو کا کل سحاب دی
جو تیرے ہی خدا لے تجھے لاجواب کی

تھی لو لگی جو آتش رخسار یار سے | چنگاریاں نکلتی ہیں سنگ مزار سے
حجاب آلیا چپ ہیں کیا شرم کیسی ہوش میں آؤ | تکلف بر طرف اے جانجاناں آغوش میں آؤ
جلانے کو دل مشتاق کے در پردہ روشن ہے | رخ زیر نقاب اوسکا چراغ زیر داماں ہے
تمہاری بیوفائی سے تو آتے شرم آتی ہے | مگر کچھ بس نہیں چلتا محبت کھینچ لاتی ہے
خود کشی ہو گیا نا قدرداں سے ملکے پاؤ گے | محبت کتنی ہو دیکھوں تو تم کیونکر نبھاؤ گے
اپنی خوشی سے اکو کرتا ہوں پیار کیا | مجبور ہوں میں دل پہ مرا اختیار کیا

قطعہ

صاف طینت درست دشمن کو نہیں ہے بھاتے | یار و اغیار اسپہ اور بیگانے ریحاں ایک ہیں
عکس کی ہر بات دشنے آئینہ میں یکساں خیال | دیکھو آئینے میں ہندو او مسلماں ایک ہیں

انتخاب دیوان داراب علیخان ہنر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں ہاتھ دل پہ رکھکے پہونچا نہ یار تک — رنگ اپنا پاؤں پڑکے حنا نے جما لیا
آواز میں سنے وہی تو وہ بولے رقیب ہے — چپکے رہو جواب نہ دو بس خبر نہو

غزل

لبوں سے لبوں کو ملا دیجیے — ابھی جان بلب ہوں جلا دیجیے
وہ ہنستا ذرا ہنس کے کہتا ہے یوں — مرے دل کو اون ست رلا دیجیے
معطر ہوں خوشبو سے جس کی دماغ — جو زلفوں کو اپنی ہلا دیجیے
اسی دست رنگیں سے جو لطف کر — مجھے اک گلابی پلا دیجیے
رقیبوں میں کیجے مجھے سرخرو — گلوری بھی بس کر کھلا دیجیے
تماشا جنوں کا جو منظور ہو — تو زنجیر میری ہلا دیجیے
اگر آپ کو مجھسے ملنا نہیں — تو خنجر گلے ست چلا دیجیے
سناتے ہیں مجھ ایسے تجھے یوں ہنر — کسی دن تو اسکا صلا دیجیے

نہ آیا وہ مہرو تو نالوں سے اب
جگر آسمان کا ہلا دیجیے

خفا ہو گئی دل سے وہ ماہ پیکر
ہمیں پھر کے اوس سے ملا دیجیے

وہ دیکھے کبھی ہمکو سیدھی نظر سے
یہی آرزو ہے یہی بس ہوس ہے

کعبے میں بتکدے میں کلیسا میں دیر میں
جلوے دکھاتی ہے تری قدرت کہاں کہاں

کس طرح درد نالہ سوزاں عیاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

او شوخ وہ سنے تری باتیں بھلا
مچھلی کی طرح جسکے دہن میں زبان نہ ہو

غزل ظفر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا کہوں دل مائل زلف دوتا کیونکر ہوا
یہ بھلا چنگا گرفتار بلا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھودے اگر دل کا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جو نہ ہونا تھا ہوا ہے ہم تمہارے عشق میں
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

پاک شو کچھ اور ہے میں قطرۂ ناپاک ہوں
بولتا کیا جانے کیا ہوں میں تو مشت خاک ہوں

ترا حسن ہم جلوہ گر دیکھتے ہیں
جہاں دیکھتے ہیں جدھر دیکھتے ہیں

کریں کیونکہ دل کی نہ ہم پاسداری
کہ ہر دل میں ہم تیرا گھر دیکھتے ہیں

نہیں رکھتے کام اور کو دیکھا نے
گریباں میں منہ ڈالکر دیکھتے ہیں

ترا رخ ہے وہ صاف حیران ہوکر
ترے منہ کو آئینہ گر دیکھتے ہیں

قدم کیونکہ بحر محبت میں ڈالیں
کہ ہر موج موج خطر دیکھتے ہیں

کہاں ہیں وہ آنکھیں جو ہیں دیکھتی ہیں
ظفر اوسکو اہل نظر دیکھتے ہیں

واسطے اوس کے عجب جنکو خبر خاک نہیں
کہ سفر سر پہ ہے اور سامان سفر خاک نہیں

تیرے بیمار کی کیا خاک کرے کوئی دوا
ہوتا اکسیر کا بھی اوسکو اثر خاک نہیں

برسوں گذرے کہ ہوئی خاک ہماری برباد
اب تو اس کوچے میں اپنا بھی گذر خاک نہیں

جلگئے ہم خاک ہوئے عشق میں اوسکے لیکن
اوسکو اب تک اثر سوز جگر خاک نہیں

ذرہ ذرہ میں ہے یہاں خاک سے پیدا خورشید
لیکن آتا تجھے غفلت سے نظر خاک نہیں

دے ہے تقدیر سوا اونکو ہنرمندوں سے
جنکو جز بے ہنری آتا ہنر خاک نہیں

خاک میں آنسوؤں کو میرے ملاتا کیا ہے
تجھکو اے دیدۂ تر قدر گہر خاک نہیں

گرم جوشی جو ہے اس سے یہ سو ہم پہ ہے
اور فرصت ہمیں مانند شرر خاک نہیں

ابر مژگان سے رکھا ہم نے ہمیشہ سیراب
لیکن اس نخل محبت میں ثمر خاک نہیں

آئینہ کیونکہ ترے حسن کا ہو عیب نگر
تیری ان چاند پہ اور شک قمر خاک نہیں

سب پہ ظاہر ہے یہ ہو جسے صفا تو کیا ہوتا ہے
دل تو صاف اونکا ہوا جسے ظفر خاک نہیں

مجھے تیغ نگہ سے قتل کر تو سوچتا کیا ہے
نگاہ ناز سے تیری زیادہ خونبہا کیا ہے

طبیبوں سے علاج درد مند عشق ہے مجھ
وہ کیا جانے کہ ہو کیا درد اسکی دوا کیا ہے

نمک چھڑکے نہ وہ زخموں پہ جبتک کوئی کیا جانے
کہ لذت عشق میں کیا ہے زخم میں مزا کیا ہے

تری آنکھوں سے جاری آنسو کیوں ہیں بتا
بتا دے مجھکو بھی تو اے ظفر یہ ماجرا کیا ہے

غزل

شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

باوجودیکہ ولا شرق من اقرب
میں نے قرآن میں سنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مطلع دل پہ مرے چھپا تھا یکتا نہ کیا
پہ خدا دل میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے مشتاق حقیقت اسی آب و گل میں
در بدر پھر کے گدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے خاموش عجب سے تماشا دیکھا
رنگ بیرنگ جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

غزل بسمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عجب شعبدہ کی یہ تعمیر خراب آباد بستی ہے
جو بستی یاں بلندی ہے بلندی یاں کی پستی ہے

تردد کیوں تجھے اے ساکنان خاک ہستی ہے
عدم کی راہ سیدھی ہے بلندی ہے نہ پستی ہے

سر مرقد مرے آ کر لگا وہ پوچھنے یارو
یہ کسکی قبر ہے جسپر تری حسرت برستی ہے

بنایا اوس صنم کے عشق نے مسکن مرے سینا
خدا کے گھر میں بھی رہنے لگی اب بت پرستی ہے

حصول جاہ کی تدبیر جو لوگ کرتے ہیں
ہماری طبع باطل دیکھکر تقدیر ہنستی ہے

وصال اوسکا عوض میں نقد جاں کے گر تجھے میسر ہو
متاع وصل جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

عجائب رنگ دیکھا ہمنے اس گلشن دنیا کا
کبھی بستی میں صحرا ہے کبھی صحرا میں بستی ہے

رہائی حشر تک ممکن نہیں ہے زلف جاناں سے
کبھی چھٹتی نہیں بسمل طبیعت جب کہ پھنستی ہے

غزل

اگر دل سے تجھے دعویٰ عاشقی ہے
تماورے لگا دوستی بس یہی ہے

کسی نے نہ پوچھا کیا تجھ پہ گذرا
عجب رنگ الفت عجب دوستی ہے

تحیر ہے تصویر خدا کیا قدرت اللہ ہے
شاہد ہے ترا جو مہ سے جو گدا ہے شاہ ہے

اشک آنکھوں میں زبان پر نالہ لب پر آہ ہے
نوجوانی کا ہے عالم جیسے میری چاہ ہے

دل سے ہو کوسوں جدا پھر ایسا ملنا کیا ضرور
صاف تجھے جینے دل ہو پھر جدائی کیجئے

اپنا عاشق جانکر کہتا ہوں تجھ سے وہ صنم
بادشاہی کر چکے صاحب گدائی کیجئے

کی وفاداری بہت کچھ بیوفائی کیجئے
جان دیکر ترک تجھسے آشنائی کیجئے

غزل

خواب تھا یا خیال تھا کیا تھا
ہجر تھا یا وصال تھا کیا تھا

کل جو دل درد و داغ سے اُچھلتا تھا
وجد تھا یا وہ حال تھا کیا تھا

مصحفی کل جو چپ تو بیٹھا تھا
کیا تجھے کچھ ملال تھا کیا تھا

تجھ سے مجھے پیار ہے کسیکی
کیا جانے کوئی کسیکے جی کی

رہنے دے مرے جو تم خفا ہو
یہ کونسی بات ہے خوشی کی

شاہد رہیو تو اے شب ہجر
جھپکی نہیں آنکھ مصحفی کی

یہ گریہ و درد کہ جس درد کا چارا ہی نہیں
وان لگی آنکھ جہاں اپنا گذارا ہی نہیں

وعدۂ وصل زبانی ہے یہیں کیونکر ہو یقین
ہاتھ پر ہاتھ تو اس شوخ نے مارا ہی نہیں

ہو کنارا تو لگے کوئی کنارے سے کہیں
بحر الفت کا جو ڈھونڈھا تو کنارا ہی نہیں

مصحفی ہونگے سبکبار کہوں کیونکے ہم
بار ہستی کو تو سر سے اوتارا ہی نہیں

غزل جرأت

غم بہت دنیا میں ہے پر عشق کا غم اور ہے
ہوا سی عالم میں ہے لیکن اوسکا عالم اور ہے

پیچ تھوڑا سا اٹھانا مجھکو ہمدم اور ہے
تن میں مجھ بیمار غم کے دم کوئی دم اور ہے

زخم دل کو منت جراح کچھ لازم نہیں
زخم ہی پیدا ہو کچھ اسکا مرہم اور ہے

دیکھ مجھ خستہ جرأت سے [illegible]
جب رہے کچھ اندنوں میں اوسکا عالم اور ہے

غزل میاں نظیر

جو لوگ کہتا ہو وہی غافل یہ میرا ہے یہ تیرا ہے
یہ جھگڑا ہو رہا ہے کا ہے نہ میرا ہے نہ تیرا ہے

تو اول سوچ تو دل میں کہ تو ہے کون اور کیا ہے
نہانی ہو سرائی ہے آ چکا ہو لٹیرا ہے

فرشتہ ہے کہ پری ہے دیو ہے یا آدمی جن ہے
بلا ہے بھوت ہے یا من ہزورایا گھیرا ہے

تیری کیا ذات ہے کیا نام ہے کیا کام کرتا ہے
مسافر ہے ادھر وطن ہے یا سرا سمجھا یہ ڈیرا ہے

جب ان چیزوں سے تو اپنے تئیں کچھ جز ٹھہرا ہے
تو اوسکے بعد پھر کہہ یہ میرا ہے یہ تیرا ہے

یہ چیزیں تو فرض کیا ہیں تو اپنا ہی نہیں پاتا
سمجھ اور چیز ناداں یہ گنج غفلت گھیرا ہے

تجھے سوت کا دھاگا کا بحث بل پیچ کھاتا ہے
یہ سب وہم غلط ہو اور تصور فہم تیرا ہے

تو کیا جانے کہ تجھ کا بکتے کس کے جیسے میں کھاتا ہے
تو کیا جانے کہ جھگڑ کیسے زمین میں اندھیرا ہے

تماشا ہے عجب ہو سیر ہے کیا کیا ادا ہا ہا
مصور نے عجب کچھ رنگ قدرت کا بکھیرا ہے

ترقی میں تنزل ہے تنزل میں ترقی ہے
اندھیرے میں اجالا ہے اجالے میں اندھیرا ہے

طلسمات حقیقی ہے یہ کچھ سمجھا نہیں جاتا
یہی چاند رات یہی سورج یہی شام اور سویرا ہے

نظیر اللہ اللہ اس جہاں میں دم غنیمت ہے
کہاں ہم اور کہاں پھر تم کوئی دم کا بسیرا ہے

افراد

صبح پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

طفلی سے گریہ کا یہ کھلا حال وقت مرگ
آغاز ہی میں روتے تھے انجام دیکھ کے

زندہ وہی ہیں جو کہ ہیں تم پر مرے ہوئے
باقی جو ہیں سو قبر میں مردے بھرے ہوئے

اوس بلا سے جانے آتش دیکھیے کیونکر بنے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے ہے نازک مزاج

کیوں تو گھبراتا ہے دل کس بات میں ناداں ہے تو
پیش آتی ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے

غم جو گذرے ہے ہم سے اوسے بیاں کیا کیجیے
یہ جہاں بس نہ چلے ہائے وہاں کیا کیجیے

کس سے کہوں میں جا کے بری ہے نصیب کی
لکھتے ہی دل خدا نے جدائی نصیب کی

رشتہ و راہ دوستی میں ان آنکھوں سے ہم تھکے
تم جہاں سے جو نہ ہو تو ہم تمہارے ہو چکے

سنکے یہ کہتا ہے جو میرے ناز جانکاہ کو
کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو

خدا نے جس گھڑی پیدا ترا جمال کیا
قضا یہ بولی کہ آج آپ نے کمال کیا

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

گردش میں تیرے لیے جہان ہو
اور خانہ خراب تو کہاں ہے

ملک خصال پری وش فرشتہ خو کہتا
مجال تھی کہ سبک یار کو میں تو کہتا

جھڑکی سہی ادا سہی چین جبیں سہی
سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

سدا او دو لشکر سے یہ آواز آتی ہے
محبت میں جو بہشت جانے وہ اس کا یقین آئے

آہ اے دل یہ تونے کیسی کی
ہٹ ترے دل کی ایسی تیسی کی
آہ کیجے تو آن جاتی ہے
گر نہ کیجے تو جان جاتی ہے
آہ کیوں بار بار کرتا ہے
سچ بتا کسکو پیار کرتا ہے
یہ سمجھا نہ کہ آہ کرتا ہوں
جی نکلنے کی راہ کرتا ہوں

دل سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ
ٹھنڈے ٹھنڈے سے چلے تو چل نکلے
دل ہے تو دل لگی بھی کسی جا ضرور ہے
یہ راست ہے تو کہیے مرا کیا قصور ہے
چھپانے سے یہ حال چھپتا نہیں
میاں دل پھنسا ہے تمہارا کہیں
دل دیا جان دیا جان بچانا تمنے
اک سخن ہمنے کہا مان نہ مانا تمنے
دل دیکے ہمنے یار کو دلبر بنا دیا
اسنے ستم سے کر ستمگر بنا دیا

دل سے لو نکا میں کام رہبر کا
کیا بتا جا بچے ترے گھر کا
خشم دل کو پسند ہو گیا ہے
سونا سوگند ہو گیا ہے

غم کھاتا ہوں لیکن مری نیت نہیں بھرتی
کیا غم ہے مرنے کا کہ طبیعت نہیں پھرتی
خون رگ مجنون سے ٹپکا فصد لیلی نے جو لی
عشق میں تاثیر ہے پر جذبۂ دل چاہیے
کر دیا اک جان دو قالب عشق نادر کار نے
ورنہ نشتر مجکو ہوا فصد لگایا یار نے
سر بوقت ذبح اپنا اوسکے زیر پاے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جاے ہے
جدا کرتے ہیں سر پر یہ نہیں جلاد کرتے ہیں
کہ بازو توڑ کر بے بال و پر آزاد کرتے ہیں

وہ خفا ہو کر جو اپنے گھر چلے
خانہ ویرانی ہماری کر چلے
شیشہ لا ساقی کہ دور اتمام
چلتے چلتے بھی کوئی ساغر چلے
کشتہ جی سے ترا گفتہ ہی گیا
ایسی کاری لگی کہ مر ہی گیا

چین کر لو چار دن افلاک کے سایہ تلے
جاگنا ہیگا بھلا افلاک کے سایہ تلے

پھر خدا جانے کہ کیا ہو خاک کے سایہ تلے
حشر تک سونا ہے آخر خاک کے سایہ تلے

صبر و طاقت سبھی گئے دل سے
اگر سیدھی کہیے تو ترچھی نظر ہے

اور مرے داغ دل سے تو نہ گیا
سوال دگر ہے جواب دگر ہے

دست سوال سیکڑوں عیبوں کا عیب ہے
ہرگز نہ رکھو زخم جگر پر مرے مرہم
ہستی ہے جبر اہل غروروں کی شان پر

جس ہاتھ میں کہ پیسہ ہیں ہونٹ غیب ہے
یہ داغ سینے جائیں گے جب جائیں گے مرہم
چپکا تو خاک کا ہے یہ داغ آسمان پہ

اب تو جاتے ہیں بتکدہ سے میر

پھر ملیں گے اگر خدا لایا

آنسوؤں میں ہے یہ نقشہ میرے چشم زار کا
آہ ذوق تکلف میں ہیں تو تکلیف سراسر

بنگیا ہے صاف دریا موتیوں کے ہار کا
آرام میں ہے وہ جو تکلف نہیں کرتا

تکلیف نہیں ہے زمانہ کا
کہ مصیبت زدوں کا جینا ہے
ادھر دیکھنا ادا ادھر جانے والے
دشمنی سے نے سننا ہو گیا

تمہارا ہمارا ہمارا تمہارا
سیکڑوں داغ ایک سینا ہے
سنبھلے تو تباہ ہو گئے جانے والے
دوستی سے نہ پیر جو کھلایا

باحسن و عشق صنم کا کوئی جانتا ہو
شعلہ رو لیوں کی بھی میں کھلا دل تنہا اپنا
تسخیر فلک کی ہو جو بنا اتفاق سے
تفرقہ ایسا بھی کم دیکھا ہو گا جو ہم میں
کسی کے لیے دیئے میں نہیں نے انچھین ہنر

دم نکل جانے کا ہے باعث پیدا آزار عو
کیا ہی انکا رونق ہے بکھرا ہے جو پیا ساتھ اپنا
برباد ہو گئی ہے زہا بہت سا اتفاق سے
ابھی کمین ہر دل کا ہے ہی تو وہ ابھی تیغ تم میں
تمہارا غم تنہا ہو دستے ہیں کے سب

تجھ سے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جو کبھی	تو رہا آنکھوں میں اور پنہاں رہی آنکھوں سے رہا
تیرے دھوکے میں یہ دل آیا اگر	ہر کسیکو پکارا رخصت ہے
سر مرا کاٹ کے پچھتائیگا	کسکی پھر جھوٹی قسم کھائیگا
تیغ میں بھی نہ ادھر آئیگا	ابھی کیا ہے بہت بدل جائیگا
دوست کسیکو نہ بتا جہاں تک ترا چلے	پاؤں کے بدلے ہاتھوں سے راہ چلا
گر بادۂ توحید سے پیتے اہل شباب	پھنستا وہ دولت کی ٹھوکر سے فراموش
اسرار حقیقت سے گر خبردار جو ہوتے	پھنستا وہ دولت میں کبھی جنگ نہ ہوتا
سنتے نہ ہماری پھر خبر لی	جانی تجھ سے کیونکر بھی کرلی
جب موت کسی طرح نہ آئی	گھبرا کر سنے عاشقی کی
دم آخر ہے پھر جانا ہے	تک ٹھہر جا کہ ہم بھی چلتے ہیں
اگر بخشے ہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا	سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے
تو وہ لطف و عنایت اور وہ پیار کی باتیں	غرض لائق جو ہوتی ہو کبھی انساں کی انساں سے
تونے دل چھینا کیا جو اس سے پائی جو	ان میں ہے تیری جو بچپن کی بے چاری
جو سبھی اپنا ہو وہ سکا دل کسی پر نہ ہو	مرجھا گئے جیسی آپ ہی بیمار ہو
ہم تو ہوتے ہیں اسیر ہوتے	آنکھیں زلفوں کے سب اسیر ہوتے
تماشا ہوں نہ نظر تیرے در پہ آنکھ	رو رہا ہو لیکن بات کہتا ہو کیا
یکن تجھکو نہ تماشا ہوں [illegible]	تھوڑی سے [illegible] اپنا افسوں [illegible]
[illegible] سے تجھکو [illegible]	[illegible] زندگی [illegible]
[illegible] آرزو [illegible]	[illegible] ہوگا